رجسٹرڈ نمبر ۳۵

اھدنا الصراط المستقیم

عقائد۔ فقہ۔ اخلاق سکھانے والا

مسلمانوں کا خاص ماہوار رسالہ

صراط مستقیم

جلد (۱) نمبر ۱۰

بابت ماہ شہریور ۱۳۳۴ف

مطابق ذیحجہ ۱۳۴۳ھ

مرتبہ ابو الفدا محمد فاروقی

حیدر آباد دکن سنکر باغ ۹۲۵

مطبوعہ [illegible] بازار

[illegible]

مقاصد

(۱) اصلاح خیالات خلاف مذہب اسلام۔ (۲) اصلاح (۳) اشاعت جذبات اسلامی (۴) تصحیح عقائد رفع اغلاط۔

ضوابط

(۱) ہر ماہ میں باقید نصف جزو رسالہ شائع ہوگا۔ اور اگر کسی ماہ میں ضخامت بڑھ گئی تو اسی مناسبت سے بعد کے مہینے میں شائع نہ کیا جائیگا۔

(۲) اصلی قیمت مع محصولڈاک ۱۲ ہے لیکن والیان کے لئے ۲ قیمت مع محصولڈاک لیجائیگی اور نمونہ کے لئے ۱ کا ٹکٹ آنا چاہئے۔ منفرد پرچہ کی قیمت ۳ ہے۔

(۳) اس رسالہ میں مباحثہ کے مضامین درج نہ کئے جائینگے۔

(۴) اس میں صرف وہی مضامین درج ہو سکینگے جو اس رسالہ کے مقاصد کے اندر ہونگے عام طور پر مضامین نہیں لئے جائینگے۔

(۵) مضمون میں کانٹ چھانٹ کا مدیر کو اختیار ہوگا جو مضمون شائع نہیں کیا جائیگا واپس نہیں کیا جائیگا۔

(۶) اگر کوئی صاحب سال کے درمیانی حصہ میں رسالہ کے خریدار ہونگے تو بغرض سہولت حساب گذشتہ مہینوں کے پرچے بھی ساتھ وی پی کردیئے جائینگے اس حساب سے جملہ خریداروں کا سال ایک ہی وقت سے شروع ہوگا۔ اور ایک ہی وقت ختم ہوگا اور رسالہ کی نوعیت کے لحاظ سے یہی مناسب ہے۔

(۷) جواب طلب امور کے لئے جوابی ٹکٹ کا آنا ضروری ہے۔ ورنہ تعمیل سے معاف رکھا جائے۔

(۸) فتوی کے لئے استفسار کے ساتھ ۲ کا ٹکٹ ضروری ہے۔

(۹) ایجنٹوں کو ۲۵ فیصدی کمیشن دیا جائیگا۔

(۱۰) مطبوعہ اشتہارات کے لئے اجرت تقسیم ۲ فیصدی ہوگی۔

(۱۱) غیر مطبوعہ اشتہارات چھ ماہ کی مدت سے کم کے نہیں لئے جائینگے۔

(۱۲) جملہ خط و کتابت بنام منیجر "صراط مستقیم" حیدرآباد دکن ہونی چاہئے۔

تار کا پتہ "صراط مستقیم" حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۲۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب عقائد

گذشتہ سے آگے

یہاں تک کہ وہ اس کو موقع بے موقع استعمال کرتا ہے۔ میں ایک فلسفی مولانا کی شہرت سنکر منطق و معقول پڑھنے کے لئے خدمت میں حاضر ہوا قبل اس کے کہ میں انکے زمرہ تلامذہ میں داخل ہوتا۔ درس دیکھا۔ سمجھے ہوئے تھے اچھی طرح پڑھاتے تھے، مگر (مثلث مثلاً) ان کا تکیہ کلام تھا جو سا ملو میں ¾ کا حصہ تھا، مجھے سخت ناگوار ہوا اور ان کی تقریر بدمزہ معلوم ہوئی۔ میں نے اپنے سابقہ ارادہ کے فسخ کی اطلاع دیدی جس سے ان کو ایک گونہ پریشانی لاحق ہوئی۔ نہایت سے انہوں نے مجھ سے پوچھا میں نے صاف بتلا دیا کہ حضرت میں واقعیت پسند ہوں بلث مثلا) کا قائل نہیں، انہوں نے دوسرے روز (مثلث مثلا) کے بیدخل کرنے کی کوشش مگر بارہ برس کا قبضہ عدالت دیوانی بھی نہیں اٹھا سکتی۔ وہ تو قریب موروثی ہو چکا۔ بیدخل ہونا ناممکن تھا۔ حضرت کی تقریر ہی بند ہوگئی۔ مجھ سے کہا بھیا! میں مجبور ہوں تکیہ کلام ہے رہو یا سدھارو۔ میں نے السلام علیکم کہا۔ اور وہاں سے چلدیا۔

بہرحال یہ بالکل واضح بات ہے کہ جسقدر کوئی چیز زیادہ ظاہر ہوگی اسی قدر زیادہ مخفی ہوگی۔ دیکھئے روح انسان کے جسم میں بالکل ظاہر ہے۔ مگر انسان اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎ تن ز جان و جان ز تن مستور نیست ٭ لیک تن را دید جان دستور نیست روشنی کو دیکھئے کہ بوجہ اتم ظہور کے اس میں خفاء اتم ہے آج تک اس کی ماہیت کوئی نہ سمجھ سکا کس قدر عجیب بات ہے کہ دوسری چیزوں کے ظہور کا ذریعہ روشنی ہے۔ روشنی کے ذریعہ سے

ہم دوسری چیزوں کے حسن و قبح قد و قامت بعد کو دیکھ سکتے ہیں لیکن نہیں دیکھ سکتے تو روشنی کو۔ حالانکہ روشنی بوجہ واسطہ ہونے کی ذی الواسطہ سے کے زیادہ قریب ہے مگر احساس ہی نہیں ہوتا۔ ہم یہی کہتے ہیں کہ کالی یا سرخ دیکھی۔ مگر یہ نہیں کہتے کہ روشنی دیکھی، حالانکہ اس چیز سے پہلے روشنی نظر آتی ہے کہنا چاہئے تھا کہ اول روشنی دیکھی پھر وہ چیز دیکھی مگر نہیں اس کا احساس ہی نہیں

پس اسی طرح جو خیال دہریوں کے بعض اسباب معلوم یا نامعلوم کی بنا پر جاگزیں اور قابض و متصرف ہو گیا ہے۔ اس لئے اگر ان کے سامنے کوئی زبردست سے زبردست دلیل بھی پیش کر دی جائے تو وہ اس کو اپنی خواہش اور خیال کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے نفس کی خواہش کے مطابق ایک سانچے میں ڈھال لیتے ہیں، خواہ وہ تاویل ان کی کتنی ہی لچر و پوچ ہو، اس کو نہایت درست تسلیم کرتے ہیں۔ "وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا" جس کی وجہ سے وہ اپنے غلط خیال میں پختہ ہو جاتے ہیں۔

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کہ اپنے اس طریقہ پر اڑے رہیں اور اس کو اچھا کہیں۔ کیونکہ ایک تو اسی سبب سے جس کو اوپر لکھ چکے ہیں کہ وہ اول بغیر تحقیق کے کسی غلط خیال کو دل میں پختہ کر لیتے ہیں اس ضد اور قوت کے بعد دوسری کسی مخالف صحیح دلیل کو نہیں مانتے۔ ماننا تو درکنار اس طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ جس سے تمام وہ راستے جن کے ذریعہ سے ہدایت داخل ہو سکتی تھی ان پر مسدود ہو جاتی ہیں۔ پھر ضد و عناد اپنی بات کی پچ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ قبول ہدایت کی ساری استعدادیں ان سے سلب ہو جاتی ہے اور وہ اس آیۃ کے مصداق ہوتے ہیں۔ "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ" یعنی خداوند نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہریں لگا دیں۔ اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیئے۔ اور ان کو بہت بڑا عذاب ہوگا۔ باقی آئندہ۔

فقہ

کتاب الطہارت

گزشتہ سے آگے

ب - حدیث شریف میں جو ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لیا تھا جیسا کہ امام شافعی کا مذہب۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ تراوت ہاتھوں میں باقی نہیں رہی تھی اس لئے نئے پانی لینے کی ضرورت ہوئی۔ کیونکہ مسح کے بعد عمامہ کے سر پر رکھنے اور درست کرنے کی ضرورت ہوتی اس سے تراوٹ جو انگلیوں پر لگی رہتی ہے فنا ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں نئے پانی کا ضروری ہے اور یہی امکان آنحضرت کے نیا پانی لینے میں ہے۔

اس کے علاوہ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے سر کے مسح سے بچی ہوئی تراوٹ سے کانوں کا مسح فرمایا اور یہ کہ آپ نے ارشاد فرمایا کان سر میں داخل ہیں۔ ایسی حالت میں نیا پانی لیکر اس کو بھی سر سے علیحدہ کرنا سنت کے خلاف ہے۔

س - سر کا مسح کرکے اگر کسی نے اپنے شملہ کوت کیا یا نیچے رکھا ہوا تھا سر پر رکھ لیا تو اس کو نیا پانی لینا چاہئے۔ سر کے مسح سے تراوٹ بچی ہوئی کافی نہ ہوگی۔

(۹) سنت وضو کو اس ترتیب سے کرنا جو قرآن شریف کی آیت میں مذکور ہے یعنی پہلے منہ دھونا۔ پھر ہاتھ دھونا۔ پھر سر کا مسح کرنا۔ پھر پاؤں دھونا۔ امام شافعی کے نزدیک یہ ترتیب فرض ہے

الف۔ اگر کسی نے پہلے پاؤں دھوئے پھر سر پھر ہاتھ۔ پھر منہ دھویا تو اس وضو سے حضرت امام رضی اللہ کے نزدیک نماز تو ہو جائیگی گر تا سنت ہوگا لیکن امام شافعی کے نزدیک نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ وضو میں ان کے نزدیک ترتیب فرض ہے۔ ترک فرض سے وضو نہیں ہوا گویا

اس نے بلا وضو نماز پڑھی۔ پاؤں دھونے سے پہلے منہ سوکھے اگر سوکھ گیا تو سنت ادا نہ ہوگی۔

(۱۰) سنت وضو کے اعضا کو پے در پے دھونا پاؤں دھونے سے پہلے منہ نہ سوکھے اگر سوکھ گیا تو سنت ادا نہیں ہوئی۔ اگرچہ کہ وضو درست ہوگا۔

الف۔ اگر کوئی عذر ہے جیسا کہ لوٹے میں ختم ہوگیا۔ پانی لینے کے لئے گیا۔ لیکن آنے تک منہ وغیرہ وضو کرنے سے پہلے سوکھ گیا۔ ہوا تیز ہے جسم جلدی سوکھ رہا ہے تو سنت ادا ہوجائیگی۔ اسی طرح تیمم اور غسل میں بھی بغیر فاصلے کے ادا کرنا سنت ہے۔ حالانکہ تیمم میں سوکھ جانے کا وجود نہیں ہے (در مع شامی)

ب۔ پے در پے دھونے سے یہ مطلب ہے کہ وضو کے ایک عضو کے دھونے یا مسح کرنے میں اور پھر دوسرے عضو کے دھونے یا مسح کرنے کے درمیان اتنی دیر نہ کرے کہ جس سے دوسرا عضو سوکھ سکتا ہو۔ یکے بعد دیگرے دھوتا چلا جائے مثلاً اگر ہاتھ دھونے کے بعد ایک ہاتھ پر کسی وجہ سے پٹی بندھی ہوئی ہے۔ اس پر مسح کیا۔ اسکے بعد اتنی دیر لگائی کہ مثلاً دھلا ہوا کوئی عضو سوکھ سکتا ہے۔ اس کے بعد سر کا مسح کیا تو پے در پے دھونے کی سنت ادا نہ ہوئی۔ غرض یہ کہ پے در پے دھونا سنت ہے۔ اگر پے در پے دھونے کے باوجود بھی کوئی عضو سوکھ گیا ہے تو سنت کے ادا ہونے میں کوئی شبہ نہیں کسی عضو کے سوکھ جانے کی جو کتابوں میں تصریح ہے اس سے مقصود اس دیر کی مقدار بتانا ہے جس سے پے در پے کی سنت فوت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ تیمم میں بھی پے در پے ہاتھ پھیرنے کو سنت کہا ہے۔ حالانکہ اس میں کسی عضو کے سوکھ جانے کا وجود ہی نہیں۔ اور اسی طرح مسح سر موزوں وغیرہ کے مسح میں۔ ہاں چونکہ پے در پے دھونے میں عضو سوکھ ہی نہیں سکتا اس لئے سوکھ جانا ہی حقیقۃً مقصود لیا گیا۔

ج۔ امام مالک کے نزدیک پے در پے دھونا فرض ہے یعنی اگر اس نے پے در پے نہیں دھویا وضو کے کاموں میں اتنی دیر لگائی جس سے کوئی عضو سوکھ سکتا ہے تو نماز جائز نہ ہوگی۔ (باقی آئندہ)

انسان کو کیا چاہیئے

یا

بہادری اور خدا کی راہ جان نثاری

گذشتہ

کسی مکان کے خریدار نے ایک مکان دیکھا دو منزلہ بنانے کے قابل نہیں اس کی بنیاد میں پتھر نہیں ہیں۔ مالک مکان نے مستری کو بلایا اور مکان سب کھدوا کر خریدار کو بتایا کہ دیکھو پتھر ہیں یا نہیں، اس کے بعد قیمت طلب کیا۔ خریدار نے کہا کہ اب میں کس چیز کو خریدوں۔ یہی حالت اس کتاب کی ہے

میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان بزرگوں کی بخیر نیتی نہیں ہیں ان کو اس معاملہ میں صادق جانتا ہوں، مگر اس کا کیا علاج کہ نتیجہ درست وہی ہے جو بدنیتی میں ہوتی۔ بلکہ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ ان کو اس صدق نیت کا ضرور صلہ ملا ہوگا۔ ہاں یہ ان سے کیوں ہوا اس سوال کا جواب ذرا مشکل ہے، یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ عمداً جان بچائی۔ اس کو جرات سے نہیں ظاہر کر سکتے کہ وہ مذہب سے ناواقف تھا۔ ایک جم غفیر کے اعتقاد کو جو ان سے ہے متزلزل کرنا آسان نہیں بلکہ فتنہ کا باعث ہے۔ یہ ضرور ہو سکتا ہے اور ہونا چاہیئے کہ جو رخنے عمارت اسلام میں ان کی تعمیر کی وجہ سے ہیں، ان کو صحیح اور درست طور پر بند کیا جائے اور ان کے لئے دعا کیجائے۔

اگر وہ چاہتے تو صحیح جواب دے سکتے تھے بجائے ایک رخنہ بند کرنے کے دوسرے رخنہ کھلنے کا باعث نہ ہوتے۔ مگر آخر وہ بھی انسان تھے فرشتے نہ تھے۔ غلطی بھی تو انسان ہی کرتے ہیں

خیر میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا جواب ہمارے پاس ہے اور وہ نہایت صحیح اور تحقیقی جواب ہے ہر وہ دل جو صداقت کی چاشنی رکھتا ہے اس کو ضرور تسلیم کریگا۔ مگر وہ کج فہم بے سمجھ لوگوں سے

ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔

بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد گلیم بخت کسے کہ بافتند سیاہ

اسلام دنیا میں سب سے آخری اور دنیا مذہب تھا جس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ دنیا کا سچا مذہب ہے وہ سارے دنیا کے لوگوں کو شرک و ظلم کی تاریکی سے نجات دینے کے واسطے آیا ہے، اور یہ کہ یہی مذہب دنیا میں قیامت تک قائم رہیگا۔ بعد کوئی دوسرا سچا دین نہیں آئیگا۔ اسلام کے ان کل دعووں کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو پہلے مذاہب سے خاص امتیاز کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ اس سے پہلے نبیوں کی تبلیغ کسی ایک یا کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص تھی۔ کیونکہ ان نبیوں کا یہ دعویٰ نہیں تھا کہ ان کی ت عالمگیر ہے۔ اس لئے ان کو خداوند تعالےٰ نے وہ اقتدار اور اختیار نہیں دیا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا کیونکہ ان کے کام مختصر پیمانہ پر چل سکتے تھے۔ چنانچہ زیادہ ایسے گزرے ہیں کہ وہ صرف دینی مقتدا تھے۔ اپنے احکام کو وہ خود قوموں میں نافذ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ حکومت دنیاوی کے ذریعہ سے ان کے احکام نافذ کئے جاتے تھے۔ اس لئے اثرات کا دوسری قوموں پر متعدی ہونا ضروری نہیں تھا اور اگر اثرات ہوتے بھی تھے تو اسی حد تک کہ اس نبی کی قوم کی حکومت طاقتور ہوتی تھی۔ اور بعض اوقات تو نبی کے احکام ان بادشاہوں کے ذریعہ سے نافذ ہوتے تھے، جو وہ خود نبی سے منکر ہوتے تھے، وہ بادشاہ صرف اس قوم کو ان احکام کا پابند گردانتا تھا۔ دوسری رعایا اس نبی کے احکام سے مستثنیٰ ہوتی تھی۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ نبی صرف ایک خاص قوم کی اصلاح کے لئے بھیجے جاتے تھے جس میں معمولی ترد ہو جاتا تھا۔ برخلاف اس کے اسلام میں مذکورہ بالا دعووں کی بنا پر ضرور تھا کہ اس کا اثر قوم عرب اور ملک عرب میں محصور نہ ہو بلکہ ساری قوموں اور ساری دنیا میں منتقل ہو۔ لہذا مدعا کے پورا کرنے کے لئے ذیل کے طریقے اختیار کئے گئے۔ (باقی آئندہ)